قسط ۳

مولانا شمس تبریز خان
رفیق مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

تاریخ اسلام میں شیعیت و باطنیت کا منفی کردار

شیعیت و باطنیت کی عرب دشمنی دنیا کے نام خدا کا آخری پیغام یعنی اسلام عرب کے ذریعہ پھیلا اور عرب اس عالمگیر انسانی و روحانی مشن کے اولین علمبردار (PIONEER) تھے۔ انہوں نے اپنی تہذیب کے سادہ ورق اور اپنے ذہن و دل کی لوح سادہ پر اسلام کا نقش اس طرح قبول کیا کہ وہ پتھر کی لکیر اور ان کا ضمیر و خمیر بن گیا۔ اس کے علاوہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ذخائر سے عربی زبان ہی مالا مال ہے۔ اور وہ اسلام کی سرکاری زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ عربی زبان، اہل عرب اور اکابر اسلام (جن کی بیشتر تعداد عربوں ہی پر مشتمل تھی) کے فضائل متعدد احادیث صحیحہ کے علاوہ خود قرآن مجید میں بھی آئے ہیں۔ جن کا انکار ممکن نہیں۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ "عربوں سے محبت رکھو کیونکہ میں عربی ہوں۔ قرآن عربی میں ہے اور اہل جنت کی زبان عربی ہوگی"۔ یہ حدیث متعدد طریقوں سے آئی ہے۔ اور اس کے بہت سے شواہد ہیں اس لئے کم از کم معنی کے لحاظ سے تو صحیح ہے۔

اس کے علاوہ اشاعت اسلام کے سلسلے میں عربوں کے جو ناقابل فراموش کارنامے رہے ہیں اور بحیثیت مجموعی مسلمانوں پر ان کے جو احسانات رہے ہیں۔ حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ و تابعین کی عالم عربی سے نسبت ایسی چیز ہے جو ہر مسلمان کو عزیز ہونی چاہیئے اور ان سب باتوں کا لازمی تقاضا ہے کہ عربوں کے ساتھ اکرام و احترام اور ان کی خیر خواہی کا معاملہ کیا جائے۔

چنانچہ اسلام کی پوری تاریخ میں اہلسنت نے عربوں کے ساتھ ایسا ہی کریمانہ معاملہ کیا اور انہیں اپنا محسن اور اسلام کے اولین علمبرداروں کا مقام دیا۔ عجمی سلاطین خصوصاً عثمانی خلفاء اپنے کو ہمیشہ "خادم الحرمین الشریفین" کہلانے میں فخر و اعزاز محسوس کرتے تھے۔

عرب مسلمانوں کا ایران فتح کرنا، مجوسی و عجمی تعصب رکھنے والوں کو ہمیشہ ناپسند رہا۔ جس کے نتیجے میں

ومسلم خراسانی۔ بابک خرمی۔ اور حسن بن صباح جیسے عرب دشمن اور شعوبی پیدا ہوتے رہے۔ یہ شعوبیت کا اثر تھا محمود غزنوی جیسے باحمیت مسلم حکمران کے زیر سایہ بھی فردوسی جیسا درباری شاعر، عربوں کی ہجو و مذمت کرتا ہے اور علی الاعلان عجمی تعصب کو ہوا دیتا ہے۔

عربوں کے خلاف عجمی تعصب کا سب سے بڑا مرکز شروع سے آج تک ایران ہی رہا ہے جس سے خلافتِ اسلامیہ اور مسلمانوں کی سیاسی قوت اور وحدت کو خطرہ لاحق رہا۔ علامہ شکیب ارسلان نے ایک فرنچ مفکر دکونٹ دی غوبینو، کی یہ رائے نقل کی ہے :۔

"اہل عجم کا کل مقصد متحدہ عرب حکومت کو پارہ پارہ کرنا تھا کیونکہ اس عظیم سلطنت کی ماتحتی میں ان کا دم گھٹتا تھا جو اسپین سے ہندوستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ فارس کی داخلی خود مختاری کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ اس کے لئے سب سے پہلے انہوں نے اہلسنت کی خلافت کی شرعی حیثیت کا انکار کیا اور اہل بیت کے مغصوبہ حقوق کی بحالی کی آواز اس شرعی موقف کو اپناتے ہوئے اٹھائی جو ان کے نزدیک اسلام میں عربی موقف سے زیادہ اہم اور مقدم تھا۔ اس طرح وہ گویا عربوں سے بڑھ کر عرب اور اپنے خیال میں مسلمانوں سے بڑھ کر مسلمان بننے لگے۔ اور عربوں کے مقابلے میں ایسے موقف لے کر اٹھ کھڑے ہوئے جن کا وہ قطعی انکار بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح ایران میں مذہب شیعہ کا نشو و نما ہوا جس کے جلو میں بے شمار معرکے تھے۔ لیکن اس نے ایران کی بڑی قومی خدمت کی۔ اور اس کی پارینہ روایات کی تجدید کی۔ بہ ظاہر تو خلافت میں عباسیوں کے حق کے بارے میں نزاع تھی مگر یہ تحریک خالص ایرانی تحریک تھی"[۱]

ایک جدید عرب مفکر و مورخ استاذ انور الجندی اپنی تاریخ اسلام میں ابو مسلم خراسانی برآمکہ اور امین و مامون کی جنگ میں شعوبیت کے اثرات دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"فلسفیانہ اور باطنی تحریکیں جو اہل بیت کی حمایت کا نقاب ڈالے ہوئے تھیں بڑے پیمانے پر فکری، معاشرتی اور سیاسی تصادم کا خاکہ بنا رہی تھیں۔ جو بعد کی بڑی سیاسی تحریکوں کے ذریعے سامنے آیا۔ جیسے حبشیوں کی بغاوت، قرامطہ کی شورش،

---

[۱] حاضر العالم الاسلامی ۱/ ۱۸۵ بیروت (۱۹۷۳ء)

باطنیہ کی تحریک، یہ ایسی تحریکیں تھیں جنہوں نے معاشرتی انصاف اور اہل بیت کی حمایت کی نقاب اوڑھ رکھی تھی۔ مگر ان کی کوشش عظیم خلافت عباسیہ کے خاتمے کے لئے تھی چنانچہ یہ ساری کشمکش مسلمانوں کے عمومی زوال کا پیش خیمہ بن گئی۔" [۱]

باطنیہ کی تحریک پر تبصرہ کرتے ہوئے استاذ انور الجندی لکھتے ہیں۔

"اس دعوت کے اندر قدیم ایرانی اثرات، ثنویت و مجوسیت کے مباحث بالکل ظاہر ہیں جن سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا مقصد قطعاً اسلام کے خلاف تھا اور وہ اسلام اور اس کی دعوت کے خلاف سازشوں کی ایک کڑی تھی۔" [۲]

سفرنامہ ناصر خسرو کے مترجم مولوی عبدالرزاق کانپوری لکھتے ہیں:-

"خلافت عباسیہ ترکی غلاموں کے اثر سے کمزور ہو کر ہنوز موجود تھی۔ لیکن خلفائے فاطمین اسے بھی صفحہ ہستی سے مٹانا چاہتے تھے جس کے لئے ایک دار الحکومت (فری میسن لاج) قائم تھا۔ اور جس کے نامور معلم ناصر خسرو جیسے علامہ تھے۔" [۳]

یہ حکیم ناصر خسرو اہلسنت اور عباسی خلافت سے کتنا بغض رکھتا تھا اس کا اندازہ اس کے سفرنامے اور دوسری کتابوں سے ہو سکتا ہے۔ ہم یہاں اس کے دو شعر نقل کرتے ہیں جن میں اس نے فاطمی خلیفہ کو عباسی خلیفہ پر فوج کشی کی دعوت دی ہے۔ وہ لکھتا ہے ۔

وقت آں آمد کہ روز کیں چو خاک کربلا ۔۔۔۔ آب را در دجلہ از خون عدو، احمر کنی

اے نبیرۂ آں کہ زو شد در جہاں خیبر سمر ۔۔۔۔ دیر بر ناید کہ تو بغداد را خیبر کنی [۴]

شیعہ سنی اختلافات کے اصولی اختلاف کو ناواقف لوگ جزئی اور فروعی اختلاف سمجھتے ہیں۔ لیکن اہل علم اس کی اصولی نوعیت سمجھتے ہیں اور ان اختلافات کو بنیادی اور کفر و اسلام پر مبنی قرار دیتے ہیں حتیٰ کہ مغربی فضلاء بھی اس اختلاف کی گہرائی دیکھ لیتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر براؤن لکھتے ہیں:-

"شیعہ اور سنی کا جھگڑا صرف ناموں یا شخصیتوں کا جھگڑا نہیں ہے۔ بلکہ دو متضاد اصولوں یعنی جمہوریت اور بادشاہوں کے حق الٰہی کا جھگڑا ہے۔ عرب زیادہ تر جمہوریت پسند ہیں۔ اور ہمیشہ رہے ہیں۔ لیکن ایرانی ہمیشہ اپنے بادشاہوں کو الٰہی یا نیم الٰہی

---

[۱] تاریخ اسلام ۲/۸۷ دار الانصار قاہرہ [۲] تاریخ اسلام ص ۹۲ قاہرہ [۳] سفرنامہ ناصر خسرو ص ۵۲
[۴] سفرنامہ ناصر خسرو ص ۸۷ بحوالہ دیوان ناصر خسرو ص ۲۱۳

ہستیاں سمجھتے رہے ہیں جو طبائع اس بات تک کو گوارا نہیں کر سکتے کہ انسانوں کا منتخب کردہ کوئی شخص ان کی ریاست کا حاکم ہو۔ وہ امام یعنی خلیفۃ الرسول ﷺ کے انتخاب عمومی کو کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ ایران ہمیشہ سے اسماعیلیہ اور امامیہ فرقوں کا مرکز بنا رہا ہے۔[1]

اپنے نظریے کی تائید میں براؤن نے رضائے کرد کے یہ اشعار بھی پیش کئے ہیں

بشکست عمرؓ پشت ہزبران عجم را — بر باد فنا داد رگ و ریشۂ جم را
این عربدہ بر غصب خلافت ز علی نیست — با آل عمرؓ کینہ قدیم است عجم را[2]

شیخ محب الدین خطیب نے اپنی کتاب میں الصاحب بن عباد کے دربار میں ایک ایران نواز شعوبی شاعر کے شعر پڑھنے اور الصاحب کے حکم سے اس کے نکالے جانے کا واقعہ لکھتے ہوئے الصاحب کا مشہور قول نقل کیا ہے کہ

لا تجد رجلا یطعن فی العرب — الا وفیه عرق من المجوسیة[3]

تم جب عربوں پر کسی کو طعنہ زنی کرتے ہوئے پاؤ تو سمجھ لو کہ اس میں کوئی عجمی رگ کارفرما ہے۔

اسلام دشمنی و مسلم کشی کی مسلسل تاریخ

خود کو مسلمان کہنے والے شیعہ فرقوں میں باطنیہ و قرامطہ سے جتنا نقصان اسلام اور مسلمانوں کو پہنچا ہے وہ ایک المناک اور افسوسناک تاریخی حقیقت ہے۔ سیاسی کشمکش کو انہوں نے دینی رنگ دینے اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانے سے کبھی دریغ نہیں کیا اور ہمیشہ اسلام دشمن طاقتوں کے ساتھ مل کر سازش اور شورش پیدا کرتے رہے اور اپنی پوری تاریخ میں عالم اسلامی کے امن و استحکام کے لئے خطرہ بنے رہے۔ اور موقع بموقع قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے رہے۔ اسی لئے علامہ شمس الدین ذہبی نے اپنے استاذ علامہ ابن تیمیہؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

واللہ یعلم وکفی باللہ علیما لیس	اللہ جانتا ہے اور اس کا علم بہت کافی ہے
فی جمیع الطرائف المنتسبة الی	کہ اسلام کی طرف منسوب فرقوں میں بدعت
الاسلام مع بدعة وضلالة شر	وضلالت کے باوجود کوئی ان سے زیادہ برا
منھم لا اجھل ولا اکذب ولا اظلم	نہیں اور نہ کوئی ان سے زیادہ جاہل،
ولا اقرب الی الکفر والفسوق	جھوٹا، ظالم اور کفر و فسق اور عصیان

[1] تاریخ ادبیات ایران صہ ۲۹، ۳۰ [2] ایضاً [3] مجموع السنۃ ۱/ ۲۲۶،۷

والعصیان و ابعد عن حقائق الایمان منهم[1] سے قریب اور حقائق ایمان سے دور ہے۔

وہ ان فرقوں کی اسلام دشمنی کے سلسلے میں لکھتے ہیں:۔

"معلوم ہوا ہے کہ ساحل شام پر الجرد و کسروان نام کے بڑے پہاڑ تھے جس میں ہزاروں روافض (دروز) رہتے ہیں۔ اور لوگوں کا خون بہاتے اور انہیں لوٹتے ہیں۔ اور جب ۶۹۹ھ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تو ان کے ساز و سامان پر قبضہ کر لیا اور انہیں کافروں اور قبرص کے نصاریٰ کے ہاتھ بیچ دیا۔ وہ گذرنے والے مسلمان سپاہیوں کو بھی پکڑ لیتے تھے اور اس طرح وہ مسلمانوں کے لئے ان کے تمام دشمنوں سے زیادہ خطرناک ثابت ہوئے۔ ان کے بعض امراء نے نصاریٰ کا علم بلند کیا۔ یہ پوچھے جانے پر کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں کون بہتر ہے؟ کہا کہ نصاریٰ بہتر ہیں۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ قیامت میں کس کے ساتھ حشر پسند کرو گے تو کہا کہ نصاریٰ کے ساتھ۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کے کئی شہروں کو نصاریٰ کے حوالے بھی کیا"[2]

اخیر میں علامہ ذہبی پھر بڑے درد کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ

ففعلوا فی اهل الایمان مالم یفعله عبدة الاوثان والصلبان[3] — ان باطنیوں نے اہل ایمان کے ساتھ ایسا برا سلوک کیا جو بت پرستوں اور صلیبیوں نے بھی نہیں کیا۔

علامہ مصر شیخ ابو زہرہ، روافض باطنیہ کی اسلام دشمنی اور غیر اسلامی طاقتوں سے ساز باز کی دیرینہ روایت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"بلاد شام اور اس کے بعد عالم اسلام پر صلیبی حملے کے وقت انہوں نے مسلمانوں کے مقابلے پر صلیبیوں سے دوستی کی۔ چنانچہ جب صلیبی بعض بلاد اسلامیہ پر قابض ہوئے تو انہیں اپنا مقرب بنایا اور مختلف عہدوں پر بحال کیا۔ اور جب نور الدین زنگی، صلاح الدین ایوبی اور دیگر ایوبی حکمراں ہوئے یہ چھپ بیٹھے اور مسلمانوں کے اکابر اور بڑے سپہ سالاروں کے قتل کی سازشیں کرنے لگے۔ اور جب تاتاریوں نے شام پر حملہ کیا تو صلیبیوں کی طرح نصیریوں نے ان سے بھی دوستی کی اور ان کے آلہ کار بن گئے

---

[1] مختصر منہاج السنہ ۳۳۲ [2] ایضاً ص ۳۲۹-۳۳۲ [3] ایضاً ص ۵۰۵

پھر تاتاری حملے رکنے کے بعد اپنے پہاڑوں میں اسی طرح سمٹ گئے۔ جیسے دریائی کیڑے اپنے خول میں سمٹ جاتے ہیں۔ اور دوسرے موقع کے انتظار میں بیٹھ گئے"[1]

شام کے ممتاز عالم شیخ عبدالرحمٰن حسن حبنکہ المیدانی نے باطنیوں اور قرمطیوں کی مسلم کشی کا ایک سنہ وار جائزہ درج کیا ہے جس کا خلاصہ یہاں دیا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں :-

" ۲۹۰ھ میں یحییٰ قرمطی نے محاصرۂ دمشق میں بہتوں کو قتل کیا۔ اس کے بھائی حسین نے بلادِ شام میں قتل عام کیا۔ جانوروں اور بچوں تک کو نہیں بخشا ــــ ۲۹۴ھ میں زکرویہ بن مہرویہ نے حاجیوں کے خراسانی قافلے کو قتل کیا۔ اور راستے کے تمام کنوؤں کو بند کر دیا۔ اس سال تقریباً بیس ہزار حاجی شہید ہوئے۔ حجاج کا قتل قرامطہ کی مخصوص عادت تھی اور اس میں عراقی، ایرانی اور بحرینی آگے تھے ــــ ۳۱۲ھ میں ابوطاہر قرمطی نے کوفہ میں قتل عام کیا ــــ ۴۹۴ھ میں قرامطہ نے پھر زور پکڑا۔ ان کے سرغنہ احمد بن عطاش کا مرکز قلعہ اصفہان تھا اور حسن بن صباح کا الموت جس کے فدائیوں نے نظام الملک کو قتل کیا ــــ ۴۹۰ھ میں خراسان و ہندوستان کے قافلہ حجاج کو رے کے پاس باطنیوں نے قتل کیا بالآخر ۵۱۸ھ میں حسن بن صباح مر گیا ــــ ۵۲۰ھ میں وہ پھر سرگرم ہوئے، بہرام نے شام کو مرکز بنایا اور صلیبی حملوں سے فائدہ اٹھایا۔ قلعہ بانیاس (شام) پر قابض ہو کر مسلمانوں کو ستانے لگا۔ مزدقانی باطنی نے صور کے صلیبیوں سے دمشق کی پیش کش کی۔ اور کہا کہ جمعہ کے دن جامع اموی کے دروازے بند کر کے انہیں قبضہ دلا دے گا۔ مگر یہ راز تاج الملوک امیر دمشق کو معلوم ہو گیا اس نے اسے بلا کر قتل کر دیا۔ اور اس کا سر قلعے کے دروازے پر لٹکا دیا۔ اور رمضان ۵۲۳ھ میں مسلمانوں نے باطنیوں کا صفایا کیا ــــ ۵۲۴ھ میں اسماعیل باطنی نے قلعہ بانیاس صلیبیوں کے حوالے کر دیا ــــ ۵۴۹ھ میں خراسان میں باطنی، مسلمانوں کے ہاتھوں شکست خوردہ ہوئے ــــ ۵۵۲ھ میں باطنیہ نے پھر خراسانی حجاج کا قتل عام کیا۔ مؤرخین کہتے ہیں کہ بلادِ اسلامیہ کا کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں شرفاء و حجاج کے اس قتل عام پر ماتم نہ ہوا ہو (قال المؤرخون ولم یبق بلاد من بلاد المسلمین الا وفیہ ماتم علی من قتل من الفضلاء فی ھذہ الغدرۃ الخائنۃ) ــــ

---

[1] تاریخ المذاہب الاسلامیہ لابی زہرہ ص ۲۴ قاہرہ ۱۹۷۶ء

۵۷۱ھ میں صلاح الدین ایوبی قلعہ اعزاز (نزد حلب) کے محاصرے کے دوران طائفہ اسدیہ کے امیر جاولی کے خیمے میں گیا جہاں ایک باطنی نے اس کے سر پر حملہ کیا۔ مگر وہ مغفر کے سبب محفوظ رہا۔ صلاح الدین نے اسے پکڑ بھی لیا۔ اتنے میں امیر بازکش خیمے میں داخل ہوا جسے باطنی نے زخمی کیا۔ پھر امیر نے اسے قتل کیا۔ پھر بہت سے باطنی آئے اور قتل ہوئے اور صلاح الدین صحیح سلامت نکل آیا۔ اور فوج سے باطنیوں کو نکال دیا۔"[۱]

مصر کے غیرت مند سنی عالم و اہل قلم شیخ محب الدین خطیب نے دو جلدوں میں ردِ شیعہ میں اپنی مشہور کتاب "مجموع السنۃ" لکھی جس میں وہ بجا طور پر لکھتے ہیں:۔

"ہمارے درمیان تاریخ فیصلہ کر سکتی ہے۔ کیا آپ نے کسی خارجی، شیعی یا معتزلی سپہ سالار کو اسلامی مقاصد کے لئے کسی فوج کی قیادت کرتے دیکھا ہے۔ یا وہ لوگ ہزیمت کے داعی اور تفرقہ و انتشار کے حامی رہے ہیں۔ وہ لوگ تو ہر مجاہد حکومت جیسے امویین اور آلِ عثمان کے خلاف سازشیں کرتے رہے ہیں۔"[۲]

عبدالقاہر بغدادی لکھتے ہیں:۔

"ایک باطنی بدباطن سلیمان بن الحسین الاحسا سے اسلامی حکومت کے خاتمے کا دعویٰ لے کر اٹھا اور حاجیوں پر حملہ آور ہو کر بہتوں کو شہید کر دیا۔ پھر مکہ معظمہ میں داخل ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنے والے بے گناہوں کے خون سے اپنے ناپاک ہاتھ رنگے۔ کعبہ کے مقدس پردے چاک کئے۔ اور شہیدانِ حرم کو بیرِ زمزم میں ڈال دیا۔ اور مسلم افواج کو قتل کیا اور بالآخر ان سے شکست کھا کر مقام ہجر کی طرف فرار ہو گیا۔ جہاں ایک بہادر مسلمان خاتون کی پھینکی ہوئی اینٹ سے اس کا سر پرغرور کچلا گیا۔

اس کے بعد اسلامی حکومت کا دائرہ اقتدار برابر بڑھتا گیا۔ اور اللہ نے مسلمانوں کے ہاتھ سے تبت و چین کے اکثر علاقے اور یمین الدولہ امین الملت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ کے عہد میں ہندوستان بھی اسلامی سلطنت میں داخل ہو گیا۔

پھر قیروان (تیونس) میں ایک باطنی عبیداللہ بن الحسن ظاہر ہوا۔ اور اپنے دام فریب میں کتامہ، مصامدہ، اور کچھ بربر قبائل کو مبتلا کر دیا۔ اور اس کی شعبدہ بازیوں کے سبب بھولے بھالے لوگ اس کے پیرو بن گئے۔ اور ان کی مدد سے وہ المغرب کے بعض علاقوں پر قابض ہو گیا۔

---

[۱] مکاید یہودیۃ عبر التاریخ للاستاذ عبدالرحمٰن حسن حبنکہ المیدانی ص ۲۰۲، ۲۰۵ دمشق ۱۹۷۸ء [۲] مجموع السنۃ ۱/۳۷۶

پھر ابو سعید الحسین بن بہرام نامی باطنی الاحساء قطیفت اور بحرین پر قابض ہوگیا۔ اور مسلمانوں کی جان و مال سے کھیلنے لگا۔ عورتوں، بچوں تک کو قید کر لیا مصاحف اور مساجد کو آگ لگائی۔ پھر ہجر پر قابض ہو کر وہاں کے لوگوں کے ساتھ یہی معاملہ کیا۔

یمن میں صنادیقی باطنی ظاہر ہوا۔ اور مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ جہاں ابن الفضل بھی اس کے ساتھ ہو گیا۔ مگر اللہ نے ان کا مرض اکلہ اور طاعون سے کام تمام کر دیا۔ پھر شام میں میمون بن دیصان کے پوتے ابوالقاسم بن مہرویہ نے اپنی حکومت کی پیش گوئی کے ساتھ خروج کیا۔ (۲۸۹ھ) خلیفہ المعتضد کے فوجی نسر سبک نے اس کا مقابلہ کیا۔ مگر وہ اسے قتل کر کے شہر رصافہ میں داخل ہوگئے۔ اور وہاں کی جامع مسجد کو جلا دیا۔ اور وہاں سے دمشق کا رخ کیا۔ جہاں انہیں الحمامی غلام ابن طیبون نے رقہ کی طرف بھگا دیا۔ جہاں لمکتفی کے سکریٹری محمد بن سلیمان نے انہیں شکست دی۔ اور الحسن بن زکریا بن مہرویہ رملہ کی طرف بھاگا جہاں والئ رملہ نے اسے اس کے ساتھیوں سمیت خلیفہ المکتفی کے پاس بھیج دیا۔ اور خلیفہ نے بغداد کے شارع عام پر انہیں بُری طرح قتل کیا۔ اور ۳۱۰ھ تک قرامطہ کا فتنہ فرو رہا۔ (باقی)

آپ لوگ خود علوم نبوت کے بحور ہیں۔ تاہم آپ کا حسن ظن ہے۔ مجھے حضرت الاستاذ شیخ العرب والعجم ضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ نے اس سند سے اجازت دی تھی۔ تو میں بھی یہی سند اور حضرت الاستاذ ؒ ی دی ہوئی سنداً اجازت طلبار کو بیان کر دیتا ہوں۔ مگر تواضعاً آخر تک حاضرین کو یہ نہ کہا کہ آپ کو اجازت ہے (خود حضرت کو اپنا مقام و منزلہ اس قابل نظر نہ آیا کہ لفظ اجازت کہیں) تب مفتی احمد الرحمن صاحب نے کہا کہ حضرت آپ صحاح ستہ کی اجازت بھی مرحمت فرما دیں۔ تو حضرت مدظلہ نے فرمایا کہ مجھے حضرت نی ؒ نے جو اجازت مرحمت فرمائی تھی وہی آپ حضرات کے پیش خدمت ہے۔

شیخ الہند ؒ کے تراجم | ۳۰ اپریل۔ اسی موقعہ پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ۵۳ شروحات بخاری دیکھ لینے ے وہ تشفی نہیں ہوتی جو حضرت شیخ الہند کے الابواب والتراجم کی تین سطروں سے حاصل ہو جاتی ہے

مولانا محمد جمیل خان صاحب، اقراء ڈائجسٹ مئی سے نکال رہے ہیں انہوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت سے ہہ دیں کہ حضرت ہمارے ڈائجسٹ کے اولین خریدار بن جائیں یہ نیک فال اور تبرک ہوگا۔ احقر نے عرض یا تو حضرت مدظلہ نے فوراً دریافت فرمایا کہ سالانہ چندہ کتنا ہے؟ عرض کیا ۱۳۶ روپے۔ تو فوراً ۱۳۶ پے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب کی خدمت میں پیش کئے اور فرمایا۔ آپ میرے نام مستقل بھیجا کریں ری دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ آپ کے اس اشاعتی پروگرام کو کامیاب فرمائے۔ واقعی نئی نسل اور جدید تعلیم تہ طبقہ میں نئے اشاعتی طریقوں سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ کے اس اقدام سے مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ ارک فرمائے۔